❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت ایمانیات
وقت 5-7 منٹ

حقیقی مؤمن کی خصوصیات

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ۔(الحج:42)

یعنی وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں طاقت بخشیں تو وہ نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور نیک باتوں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔

جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے
جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اُس کا سب رہا

(درثمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ”حقیقی مؤمن کی خصوصیات“ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اس آیت(الحج:42)میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ حقیقی مؤمن وہ ہیں جو طاقت ملنے کی صورت میں، کمزوری اور بے چینی کے بعد امن ملنے کی صورت میں، بہتر حالات ہونے پر، آزادی سے اپنی عبادات اور مذہب پر عمل کرنے کے حالات پیدا ہونے کے بعد اپنی خواہشات اور اپنے ذاتی مفادات کی طرف توجہ دینے والے نہیں بن جاتے بلکہ نماز قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اپنی نمازوں کی طرف توجہ دینے والے ہوتے ہیں۔ اپنی مسجدوں کو آباد کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسانیت کی خدمت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے غریبوں اور مسکینوں کے لیے اپنے مال میں سے خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اشاعتِ دین کے لیے قربانیاں کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے اپنے مال میں سے خرچ کر کے اسے پاک مال بناتے ہیں۔ نیک باتوں کی طرف خود بھی توجہ دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیک باتیں کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ بُرائیوں سے خود بھی رُکتے ہیں اور دوسروں کو بھی بُرائیوں سے روکنے والے ہیں اور کیونکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان کے کاموں کے بہترین نتائج پیدا فرماتا ہے کیونکہ ہر چیز کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے ہی کرنا ہے۔ پس جو کام خدا تعالیٰ کی ہدایت پر، اُس کے حکم پر، اُس کی خشیّت کو دل میں رکھتے ہوئے کیا جائے تو یقیناً اس کا انجام تو بہتر ہی ہو گا۔ پس یہ اصولی بات اگر ہم میں سے ہر ایک سمجھ لے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنتے چلے جائیں گے ... پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا مقصد مسجدیں بنانے سے پورا نہیں ہو گا بلکہ اس وقت پورا ہو گا جب وہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دیں گے اور اپنی نمازوں کو قائم کریں گے۔ باجماعت نمازوں کے لیے مسجد میں آئیں گے۔ اپنی توجہ نمازوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں گے، اسے قائم کریں گے۔ اگر توجہ اِدھر اُدھر ہوتی ہے تو فوراً واپس توجہ نماز کی طرف اور خدا تعالیٰ کی طرف پھیریں گے۔ اس بات کی حقیقت کو سمجھیں گے کہ نماز میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے

کا موقع مل رہا ہے۔ صرف ٹھونگے نہیں مارنے، صرف سجدے نہیں کرنے، صرف عربی الفاظ نہیں ادا کرنے بلکہ اپنی زبان میں بھی باتیں کرنی ہیں۔ ایسی نمازوں کی کوشش ہونی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ کا لقا حاصل ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متقی کی صفات بیان کرتے ہوئے، حقیقی مؤمن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کرنے والے ہیں۔ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ متقی سے جیسا ہو سکتا ہے وہ نماز کھڑی کرتا ہے یعنی کبھی نماز گر پڑتی ہے پھر اسے کھڑا کرتا ہے۔ فرمایا یعنی متقی خدا تعالیٰ سے ڈرا کرتا ہے اور وہ نماز کو قائم کرتا ہے۔ اس حالت میں مختلف قسم کے وساوس اور خطرات بھی ہوتے ہیں جو پیدا ہو کر اس کے حضور میں حارج ہوتے ہیں۔ دلوں کے وسوسے، خیالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ پھیرتے ہیں۔ یہ دلوں کے وسوسے اور خیالات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ پھیرتے ہیں یہی نماز کا گرنا ہے اور واپس اس کو کھڑی کرنا یہی ہے کہ پھر دوبارہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے لیکن اگر دل میں تقویٰ ہے۔ تو فرمایا ایک متقی، ایک حقیقی مؤمن نفس کی اس کشاکش میں بھی نماز کو کھڑا کرتا ہے یعنی نماز تو گرتی ہے، بعض دفعہ توجہ اِدھر اُدھر چلی جاتی ہے لیکن تقویٰ یہ تقاضا کرتا ہے کہ کوشش کر کے پھر نماز کو کھڑا کریں۔ پھر اپنی توجہ دوبارہ نماز کی طرف لے کر آئیں اور خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آئیں تو یہ اسے کھڑا کرنا ہے۔ فرمایا کہ وہ تکلّف اور کوشش سے بار بار اسے کھڑا کرتا ہے اور اگر مستقل مزاجی سے نماز پر انسان قائم رہے اور اس بات کی کوشش کرتا رہے کہ مَیں نے اپنی نماز کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں تو پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ذریعہ ہدایت عطا کر دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 25/ اکتوبر 2019ء)

پھر حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے مؤمنین کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آپؑ نے ہدایت کی وضاحت فرمائی کہ ہدایت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا کہ وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ جب نماز کے کھڑی کرنے، اس کو قائم کرنے کی کوشش کا معاملہ نہیں رہتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ نماز گر گئی۔ نماز سے توجہ ہٹ گئی اور پھر دوبارہ نماز کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ یہ معاملہ نہیں رہتا بلکہ ہدایت حاصل کرنے کے بعد نماز اس کے لیے بمنزلہ غذا ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہو جاتی ہے جس طرح خوراک ہے۔ کھانا کھانا انسان کے جسم کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی نشوونما کے لیے نماز اس کا حصہ بن جاتی ہے، غذا بن جاتی ہے۔ فرمایا جس طرح مادی غذا کے بغیر زندگی نہیں رہتی، یہ وضاحت مَیں اس کی کر رہا ہوں کہ جس طرح مادی غذا کے بغیر زندگی نہیں رہتی اسی طرح نماز کے بغیر بھی زندگی نہیں رہتی اور صرف یہی نہیں کہ صرف زندگی قائم رکھنے کے لیے غذا کھانی ہے بلکہ فرمایا کہ یہ غذا ایسی ہے کہ اس کا مزہ بھی آتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ نماز میں اس کو وہ لذّت اور ذوق عطا کیا جاتا ہے جیسے سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی پینے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ نہایت رغبت سے اسے پیتا ہے اور سیر ہو کر اس سے حظّ اٹھاتا ہے۔ پیاس لگی ہو، شدید پیاس ہو، بُرا حال ہو، پانی نہ مل رہا ہو، پھر پانی مل جائے اور ٹھنڈا پانی مل جائے تو اس سے جو لطف آتا ہے وہ اسی طرح ہے جس طرح ایک حقیقی ہدایت یافتہ کو نماز پڑھنے سے آتا ہے یا پھر ایک اَور مثال آپؑ نے دی کہ کوئی بھوکا ہو اور اسے نہایت اعلیٰ قسم کا خوش ذائقہ کھانا مل جائے تو اسے کھا کر خوشی ملتی ہے۔ ایسے ہی حقیقت میں خوشی حقیقی نماز پڑھنے والے کو ملتی ہے۔ پس یہ وہ نمازیں ہیں جو حقیقت میں نمازیں ہیں کہ خوش ہو کر نماز پڑھنی ہے نہ کہ بوجھ سمجھ کر نمازیں پڑھنی ہیں بلکہ آپؑ نے یہ مثال بھی دی ہے کہ حقیقی مؤمن کے لیے نماز ایک قسم کا نشہ ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ سخت کرب محسوس کرتا ہے۔ جس طرح کہ نشئی آدمی جو ہوتا ہے اس کو نشہ نہ ملے تو بڑی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ بڑا اضطراب اور بے چینی محسوس کرتا ہے لیکن نماز کے ادا کرنے سے اس کے دل میں ایک خاص سرور اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ الفاظ میں وہ لذّت بیان نہیں ہو سکتی جو حقیقی نماز پڑھنے والے کو لذّت ملتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مؤمن متقی نماز میں لذت پاتا ہے اس لیے نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے۔ فرمایا نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ نماز مؤمن کا معراج ہے اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 309-310)

پس اگر ہماری مسجدیں بنیں تو ایسی نمازیں ادا کرنے کے لیے مسجدیں بنیں۔ ہم مسجدیں بنانے کی طرف توجہ دیں تو اس معراج کو حاصل کرنے کے لیے۔ یہ ہماری معراج ہونی چاہیے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ تک لے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پس مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ یہ مقام کس طرح ملے۔ مسلسل کوشش سے یہ مقام اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 25/ اکتوبر 2019ء)

سامعین! پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”بہت سے لوگ اب بھی سوال کرتے ہیں، مجھے بھی لکھتے ہیں کہ نماز میں توجہ قائم نہیں رہتی تو یہی اس کا علاج ہے کہ کوشش کر کے بار بار توجہ قائم رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بھی کسی دوست نے یہ سوال کیا کہ میرا دل آج کل ایسا ہو رہا ہے کہ نماز میں لذّت اور رقّت پیدا نہیں ہوتی اور مَیں اس وجہ سے نہایت سخت تکلیف میں رہتا ہوں کیونکہ ایک دفعہ نماز کی لذّت کا مزہ چکھ چکا ہوں۔ خواہ مخواہ شبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان کو بہت ردّ کرتا ہوں تاہم وساوس پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کیا کروں؟ فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ انسان ایسے وساوس کا مغلوب نہیں ہوتا۔ وساوس پیدا ہو رہے ہیں، آپ کو احساس پیدا ہو گیا ہے۔ ان کو غالب نہیں ہونے دیا۔ فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو کہ انسان ان وسوسوں کو غالب نہ آنے دے اپنے اوپر تو یہ بھی ثواب کی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی ثواب دیتا ہے، ایسا رحیم و کریم خدا ہے۔ فرمایا کہ نفسِ امّارہ والے کو تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ بدی کیا شئے ہے۔ وہ تو بدیاں کرتا چلا جاتا ہے اس کو تو کچھ نہیں پتا لگتا۔ نفسِ لوّامہ ہے جو بدی کرتا ہے پر بدی پر ہمیشہ گھبراتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے۔ پس یہ نفسِ لوّامہ کی حالت جو ہے اس میں جب بدی پر شرمندہ ہو، گھبرائے، احساس پیدا ہو، خیال پیدا ہو تو اس کو جھٹکے۔ اس کا بھی اللہ تعالیٰ ثواب دے دیتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے اور توبہ کرتا رہتا ہے۔ ایسا شخص نفس کا غلام نہیں ہے۔ فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر خیالات اور وسوسے آتے ہیں اور پھر ان کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہو تو تمہیں ثواب مل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا بھی ثواب دے دیتا ہے۔ ایسا شخص نفس کا غلام نہیں ہے اور اس حالت میں ہونا ایک حد تک ضروری بھی ہے۔ اس سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس میں بڑے بڑے ثواب ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود بخود نور اور سکینت نازل کرتا ہے۔ خدا کی رحمت کا وقت آتا ہے اور ایک ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور وہ بات ہوا ہو جاتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ تھک نہ جاوے۔ سجدے میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ بہت پڑھا کرو۔ فرمایا سجدے میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ بہت پڑھا کرو۔ لیکن یاد رکھو کہ جلد بازی خوفناک ہے۔ جلد بازی نہیں دکھانی۔ اسلام میں انسان کو بہادر بننا ہے۔ جو جلد بازی دکھاتا ہے وہ بہادر نہیں ہے، وہ بزدل ہے۔ برسوں کی محنت اور مشقت کے بعد آخر شیطان کے حملے کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ بھاگ جاتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 347)

پس یہ اصولی بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے کہ جلد بازی نہیں کرنی اور مستقل اللہ تعالیٰ کو پکڑے رکھنا ہے۔ اس کے آگے جھکے رہنا ہے۔ آخر ایک دن شیطان ہار مان کر بھاگ جائے گا لیکن اگر جلد بازی دکھائی، نماز کو قائم کرنے کی بھرپور کوشش نہ کی تو پھر انسان شیطان کے پنجے میں آ جاتا ہے۔ عموماً دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ انسان جلد باز ہے۔ فوری نتائج نہ ملیں تو کہتا ہے کہ دعائیں کرنے کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انسان اگر صرف دنیا ہی دنیا مانگتا رہے تو صرف ایسی دعائیں پھر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی روحانی اور دینی ترقی مانگی جائے، اللہ تعالیٰ کا قرب مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ پھر قریب آتا ہے اور پھر اس شخص کی دنیاوی ضروریات بھی پوری کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے بھی کچھ طریقے اور اصول ہیں اور ان پر چلنا پڑے گا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک طرف تو یہ فرمائے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کہ تم مجھے پکارو، مَیں تمہاری دعائیں سنوں گا اور دوسری طرف بندہ پکارتا رہے اور اللہ تعالیٰ سنے ہی نہ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

نمازوں میں دعائیں اور درود ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہیں۔ مگر تم پر یہ حرام نہیں کہ نمازوں میں اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگا کرو۔ خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جس میں تضرّع ہو اور حضورِ قلب ہو۔ تضرّع پیدا کرو، دل کو نرم کرو۔ دل میں خشیّت پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں، اس سے مانگ رہا ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے ہی لوگوں کے گناہ دُور ہوتے ہیں جن میں تضرّع ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ یعنی نیکیاں بدیوں کو دُور کرتی ہیں۔ یہاں حسنات کے معنی نماز کے ہیں اور حضور اور تضرّع اپنی زبان میں مانگنے سے حاصل ہوتا ہے یعنی جو تضرّع پیدا ہوتا ہے، انسان کا دل پگھلتا ہے وہ اپنی زبان میں انسان مانگے تو تبھی پیدا ہو سکتا ہے جب سمجھ بھی آ رہی ہو کہ کیا مانگ رہا ہے۔ پس فرمایا کہ اپنی زبان میں دعا کیا کرو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو دعائیں سکھائی ہیں وہ دعائیں بھی بڑی ضروری ہیں، کرنی چاہئیں اور ان میں سے بہترین دعا فاتحہ ہے کیونکہ وہ جامع دعا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا سکھائی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس کے معنے بڑے وسیع ہیں اور اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ جب زمیندار کو زمینداری کا ڈھب آ جاوے تو وہ زمینداری کے صراطِ مستقیم پر پہنچ جاوے گا۔ جو زمیندار ہے ایک اس کو کھیتی باڑی کرنے کا طریقہ آ جائے، زمیندارہ کرنا آ جائے، ہل چلانا آ جائے، بیج پھینکنا آ جائے، یہ پتا ہو کہ کس وقت کھاد دینی ہے، کس وقت پانی دینا ہے، کس وقت سپرے کرنا ہے تو فرمایا کہ جب اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو وہ صراطِ مستقیم پر پہنچ گیا، اپنے اس فیلڈ کے صراطِ مستقیم پر،

زمینداری کے صراطِ مستقیم پر۔ اسی طرح تم خدا کے ملنے کی صراطِ مستقیم تلاش کرو اور دعا کرو کہ یا الٰہی! مَیں تیرا گناہ گار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں میری رہنمائی کر۔ ادنیٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو کہ اصل معطی وہی ہے، وہی دینے والا ہے۔ بہت نیک وہی ہے جو بہت دعا کرتا ہے کیونکہ اگر کسی بخیل کے دروازے پر، بہت کنجوس آدمی ہو اس کے دروازے پر بھی سوالی ہر روز جا کر سوال کرے گا تو آخر ایک دن اس کو بھی شرم آ جاوے گی۔ پھر خدا تعالیٰ سے مانگنے والا اور وہ خدا جو بے مثل کریم ہے، ایسا کریم ہے جس کی مثال کوئی نہیں وہاں سے کیوں نہ پائے۔ پس مانگنے والا کبھی نہ کبھی ضرور پا لیتا ہے۔ نماز کا دوسرا نام ہی دعا ہے جیسے فرمایا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کہ تم مجھے پکارو مَیں تمہاری دعا سنوں گا۔ پھر فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے پس مَیں بہت ہی قریب ہوں۔ مَیں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ بعض لوگ اس کی ذات پر، اللہ تعالیٰ کی ذات پر شک کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو۔ مَیں تمہیں پکاروں گا اور جواب دوں گا اور تمہیں یاد کروں گا۔“

(خطبہ جمعہ 25/ اکتوبر 2019ء)

سامعین! پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سچے ”مؤمن کی مختلف نشانیاں“ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مؤمن بننے کے لئے کیا لوازمات ہیں؟ کون کون سی شرائط ہیں جن پر پورا اتر کر ایک انسان حقیقی مؤمن بن سکتا ہے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ مؤمن کی مختلف خصوصیات بیان فرمائی ہیں کہ ایک مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے فیض پانے کے لئے ایمان کے مدارج طے کرتے ہوئے ان باتوں کو اپنائے گا تو وہ حقیقی مؤمن کہلائے گا اور فیض پانے والا ہو گا۔

قرآن کریم کے شروع میں ہی مؤمن کی تعریف کا بیان شروع ہو گیا ہے۔ فرمایا اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرۃ:4-5) مؤمن کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لانے والا ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ نمازوں کو قائم کرنے والا ہے۔ تیسری بات اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا ہے یا جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان کے مطابق خرچ کرنے والا ہے۔ چوتھی خصوصیت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تعلیم اتری، اللہ تعالیٰ کی شریعت اتری اس پر ایمان لانے والا اور پانچویں یہ کہ پہلے انبیاء پر ایمان لانے والا اور چھٹی بات یہ کہ آخرت پر یقین کرنے والا ہے۔ یعنی وہ باتیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہوں گی۔ ان پر یقین کرنا۔

پہلی بات یا خصوصیت جو ایک مؤمن کی بیان فرمائی گئی ہے وہ غیب پر ایمان ہے، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کہ وہ سب قدرتوں والا ہے۔ جب یہ کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنے وجود کا پتہ ایک سچے مؤمن کو مختلف طریقوں سے دیتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں پر ایمان ہے، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے، یہ سب ایمان کی مثالیں ہیں۔ پھر غیب پر ایمان یہ ہے کہ ہر حالت میں اپنے ایمان کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ نیک اعمال جو کرنے ہیں وہ کسی کو دکھانے کے لئے نہیں کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں مجھے دیکھ رہا ہے، ان پر عمل کرنا ہے۔ دشمنوں کا خوف یا کسی قسم کی روک یا نفسانی لالچیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے نہ روکیں۔ یہ ایمان کی مضبوطی کی پہلی شرط ہے۔

مؤمن ہونے کے لئے دوسری اہم شرط نمازوں کا قیام ہے۔ نمازوں کا قیام یہ ہے کہ ایک توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی نگرانی رکھنا، ان میں باقاعدگی اختیار کرنا کیونکہ اگر نمازوں میں باقاعدگی نہیں ہے، کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، کبھی نیند آ رہی ہے تو عشاء کی نماز ضائع ہو گئی اور بغیر پڑھے سو گئے، کبھی گہری نیند سو رہے ہیں تو فجر کی نماز پر آنکھ نہ کھلی۔ بعض لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اگر وقت پر آنکھ نہیں بھی کھلی تو جب بھی آنکھ کھلے فجر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ سورج نکلے پڑھیں گے تو گھر والوں کے سامنے بھی شرمندگی ہو گی یا اپنے آپ کو احساس ہو گا اور ضمیر ملامت کرے گا کہ اتنی دیر سے نماز پڑھ رہا ہوں اور پھر اگلے دن اس احساس سے ایک مؤمن وقت پر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کام کرنے والے ہیں، کام کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مؤمن تو وہ لوگ ہیں جو نمازوں کا قیام کرتے ہیں اور قیام کس طرح کرتے ہیں، عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج:24) اپنی نمازوں پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اس میں باقاعدگی رکھتے ہیں، یہ نہیں کہ کبھی نماز ضائع ہو گئی تو کوئی حرج نہیں بلکہ آگے فرمایا کہ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (المعارج:35) نمازوں کی حفاظت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ انسان جتنی کسی عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے، وہ نمازوں کی حفاظت عزیز ترین شے سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ایک مؤمن نمازوں کی حفاظت اس سے بھی زیادہ توجہ سے کرتا ہے۔ اگر نماز ضائع ہو جائے تو بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ہو گی تو تب ایمان میں مضبوطی آئے گی۔ پھر باقاعدہ نماز پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا

مَّوْقُوْتًا (النساء:104)۔ یقیناً نماز مؤمنوں پر وقت مقررہ پر ادا کرنا ضروری ہے اور حقیقی مؤمن وہی ہیں جو نماز وقت پر ادا نہ ہو سکے تو بے چین ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک شخص کی ایک دن فجر کی نماز پر آنکھ نہیں کھلی، نماز قضاء ہو گئی، اس کا سارا دن اس بے چینی میں اور رو رو کر اور استغفار کرتے ہوئے گزرا۔ لگتا تھا کہ یہ غم اسے ہلاک کر دے گا، اگلے دن نماز کا وقت آیا، اس کو آواز آئی کہ اٹھو اور نماز پڑھو۔ اس نے پوچھا کون ہو تم؟ اس نے کہا مَیں شیطان ہوں۔ پوچھا کہ شیطان کا کیا کام ہے نماز کے لئے جگانے کا؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل تم نے جو رو رو کر اپنی حالت بنائی تھی اور جتنا استغفار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی گنا نماز کا ثواب دے دیا۔ میرا تو مقصد یہ تھا کہ تم ثواب سے محروم ہو جاؤ گے تو بجائے اس کے کہ تم کئی گنا ثواب لو اس سے بہتر ہے کہ مَیں تمہیں خود ہی جگا دوں اور تم تھوڑا ثواب حاصل کرو، اتنا ہی جتنا نماز کا ملتا ہے۔ نہیں تو پھر رو رو کے وہی حالت کرو گے اور پھر زیادہ ثواب لے جاؤ گے تو میرا مقصد تو پورا نہیں ہو گا۔ تو یہ نمازیں چھوڑنے والوں کا درد ہوتا ہے۔

پھر ایک مؤمن کی نمازوں کی شان نماز پڑھتے ہوئے پوری توجہ کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ایک مؤمن کو باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ قیام نماز اس وقت مکمل ہو گا جب باجماعت نماز کی طرف توجہ ہو گی۔ اس لئے حتّی الوسع باجماعت نماز کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ باجماعت نماز کا ثواب ستائیس گنا تک ہے۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ حدیث نمبر 1362)

پھر ایک مؤمن کی ایک یہ شان ہے کہ نہ صرف خود نمازوں کا اہتمام کرے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتا رہے۔ جماعتی نظام بھی ایک خاندان کی طرح ہے۔ اس میں ہر ایک کو اپنے ساتھ اپنے بھائی کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے، اپنے عزیزوں کے لئے بھی پسند کرنی چاہئے۔ یہ ثواب کمانے اور نیکی پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ لیکن پیار سے توجہ دلانی چاہئے۔ جس کو توجہ دلائی جا رہی ہو اس کو بھی بُرا نہیں منانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاْمُرْ اَھْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا (سورۃ طٰہٰ:133) اور تُو اپنے اہل کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور خود بھی نماز پر قائم رہ۔ پس جہاں ماں باپ، بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کو نماز کی تلقین کرنی چاہئے وہاں پر ہر احمدی کو دوسرے احمدی کو بھی پیار سے اور نظام جماعت جو اس کام پر مامور ہے ان کو بھی دوسروں کو نمازوں کی طرف توجہ دلاتے رہنا چاہئے۔ یہی چیز ہے جو مؤمنین کی جماعت کو مضبوطی عطا کرتی ہے۔ یہی چیز ہے جس سے بندے اور خدا کے درمیان ایک تعلق قائم ہوتا ہے جو بندے کو خدا کے قریب کرتا ہے اور یہ تعلق اس لئے نہیں کہ دنیاوی مقاصد حاصل کرنے ہیں بلکہ اصل مقصد روحانیت میں ترقی کرنا اور خدا کا قرب پانا ہے۔ پس جب اس مقصد کے حصول کے لئے ایک دوسرے کو توجہ دلا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں کو سمیٹنے والے بن رہے ہوں گے اور جماعتی مضبوطی بھی پیدا ہو رہی ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے شرط وہی لگائی کہ خود بھی نمازوں کی طرف توجہ کرو۔ اپنے عمل کی شرط ضروری ہے۔

پھر ایک سچے مؤمن کی ایک نشانی یہ ہے کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4) اور جو کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی خرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ دولت کا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہیں، جو کسی کو بھی دوسرے سے زیادہ عطا کی ہیں اس کو دوسروں کی بہتری کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور یہی بے نفس خدمت ہے جو پھر ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کے ساتھ ایسے رشتے میں پیوست کر دیتی ہے جو پکّا اور نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہوتا ہے۔ مؤمنین کی جماعت میں ایک ایکا اور وحدانیت پیدا ہو جاتی ہے، ایک مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر سطح پر اگر اس سوچ کے ساتھ ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہوئے، اپنی دولت اور اپنی دوسری صلاحیتوں کو خرچ کیا جائے تو ایسا معاشرہ جنم لیتا ہے جس میں محبت، پیار، امن اور سلامتی نظر آتی ہے۔ گھروں کی سطح پر خاوند بیوی کا خیال رکھ رہا ہو گا۔ بیوی خاوند کا خیال رکھ رہی ہو گی۔ ماں باپ بچوں کی بہتری کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور ذرائع کا استعمال کر رہے ہوں گے۔ بچے ماں باپ کی خدمت پر ہر وقت کمربستہ ہوں گے، ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ان کی خدمت کی طرف توجہ دے رہے ہوں گے۔ ہمسایہ، ہمسائے کے حقوق ادا کر رہا ہو گا، غریب امیر کے لئے اپنی صلاحیتیں استعمال کرے گا اور امیر غریب کی بہتری کے لئے خرچ کر رہا ہو گا اور یہ سب اس لئے ہے کہ ہم مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ کرو اور اس طرح پر سب مل کر پھر جماعتی ترقی کے لئے اپنے مال اور صلاحیتوں کو خرچ کر رہے ہوں گے اور پھر وہ معاشرہ نظر آئے گا جو مومنین کا معاشرہ ہے... ایک مؤمن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تعلیم اتری ہے اسے ماننا ضروری ہے۔ آپؐ کو خاتم الانبیاء ماننا ضروری ہے۔ اس یقین پر قائم ہوں اور یہ ایمان ہو کہ قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے اور اس کے تمام احکامات ہمارے لئے ہیں اور ہمیں اس پر ایمان لانا اور ماننا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ پھر جس طرح قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء آئے تھے وہ بھی برحق تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے، بعض کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور بہت سوں کا نہیں ہے، ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ایک مؤمن کی خصوصیت ہے اور یہ صرف اسلام کی

خصوصیت ہے کہ اس نے پہلے انبیاء کی صداقت پر بھی مہر لگا دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مہر لگانے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا(البقرۃ:120)۔ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ (فاطر:25) ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی ایسی قوم نہیں جس میں ہوشیار کرنے والا نہ آیا ہو تو ہر قوم میں جو انبیاء آئے ان کی بھی اطلاع دے دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ سے یہ اعلان کروا دیا کہ تمام قوموں میں رسول آئے ہیں اس لئے جس قوم کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ اس میں نبی آیا اور نبی کا نام لیتے ہیں ان کو ماننا ضروری ہے۔ ایک مؤمن کو یہ حکم دیا کہ ان تمام رسولوں پر ایمان لانا بھی تمہارے مؤمن ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔

اور پھر فرمایا کہ آخرت پر بھی یقین رکھو، یہ بھی ایمان کا ایک حصّہ ہے۔ اب یہ آخرت کیا ہے؟ آخرت کے معانی سیاق وسباق کے ساتھ یہ ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو آپؐ کی غلامی میں آئے اس پر جو وحی نازل ہو اس پر بھی یقین رکھنا۔ جو مسیح موعود اور مہدی معہود آئے گا یقین رکھو کہ وہ آئے گا اور اس پر ایمان لے آنا، یہ بھی ایک مؤمن کے ایمان کا حصہ ہے۔ آخرت کو اُخروی زندگی بھی کہا جاتا ہے، لیکن جو پہلے معانی ہیں اس سیاق وسباق کے لحاظ سے وہ زیادہ بہتر ہیں اور یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فہم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں کہ یہ معانی ہم تک پہنچے ہیں اور ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ پس یہاں یہ بیان فرما کر کہ جس طرح تمہارے لئے پہلے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح تمہیں اس یقین پر بھی قائم رہنا ہوگا کہ آخرین میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کی بعثت ہوگی اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ یہ نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے، ہماری وحی پر ایمان لانے کا ذکر کیوں نہیں۔ اسی امر پر توجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکایک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیہ کریمہ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ (البقرۃ:5) میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ سے قرآن شریف کی وحی اور مَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ سے انبیاء سابقین کی وحی اور اٰخِرَة سے مراد مسیح موعود کی وحی ہے۔ اٰخِرَة کے معنی ہیں پیچھے آنے والی۔ وہ پیچھے آنے والی چیز کیا ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنے والی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہوگی کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپؐ کے بعد آنے والی تھی“۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ البقرۃ آیت 5، ریویو آف ریلیجنز جلد 14 نمبر 4 مارچ اپریل 1915 صفحہ 64 حاشیہ)

پس جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ان مؤمنین کے لئے ہوگی جو پہلے انبیاء کی بھی تصدیق کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے بھی ہوں گے اور بعد میں آنے والے کو بھی مانیں گے۔ تو اس آیت نے اور وضاحت نے دلیل کو مزید مضبوط کر دیا۔ پس ہر ایک احمدی جو حقیقی مؤمن ہے اور اس ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا ہے اس کو اس پیغام کو ماننے کے بعد اپنے ایمان میں ترقی کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے کی طرف مزید کوشش کرنی چاہئے۔

سامعین! فرمایا۔ پھر ایک مؤمن کی خصوصیت یہ ہے، جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر آتا ہے کہ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:166) یعنی اور جو لوگ مؤمنین ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ پس مؤمن ہونے کی یہ نشانی ہے کہ ایک سچے مؤمن کی زندگی صرف ایک ذات کے گرد گھومتی ہے اور گھومنی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ایک مؤمن، مؤمن کہلا ہی نہیں سکتا۔ ایک مؤمن کا غیب پر ایمان، نمازیں پڑھنا، قربانی کرنا، انبیاء پر ایمان، اس وقت کامل ہوگا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدید محبت کا کیسا اعلیٰ نمونہ ہمارے سامنے رکھا کہ کفار بھی یہ کہہ اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد تو اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا۔ اور آپؐ نے ہمیں کیا خوبصورت دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ! مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ مَیں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔ (صحیح الترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر 3490)

پس ایک مؤمن کا معیار اور خصوصیت یہ ہے جس کو حاصل کرنے کی ایک مؤمن کو کوشش کرنی چاہئے۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے اس محبت کے حصول کے لئے بھی اسی کے آگے جھکنا اور اس سے دعائیں کرنا ضروری ہے۔

پھر مؤمن کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الانفال:3) یعنی مؤمن تو صرف وہی ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیں اور وہ جو اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں۔ صرف مؤمن ہونے کا دعویٰ ہی کافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جن خصوصیات کی طرف ایک مؤمن کو توجہ دلائی ہے، وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دل میں ہوتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، یہ خوف ہے کہ میرے محبوب کے حوالے سے میرے سامنے کوئی بات کی جائے اور مَیں اس پر توجہ نہ دوں، یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ احکامات پر عمل، ان نصائح پر عمل جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے کی جائیں یا جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہوں وہ اس لئے کرتا ہے کہ میرا محبوب کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ پس اس حوالے سے ہر نصیحت جو ایک مؤمن کو کی جاتی ہے اس کو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایک صحیح مؤمن اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میرا خدا جو سب سے زیادہ پیار کرنے والا ہے میری نافرمانی سے کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

اور دوسری بات (یہ ہے کہ) جو ایک مؤمن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں، جب ان نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے ایک مؤمن پر ظاہر ہوتے ہیں تو یہ چیز اسے اس کے ایمان میں مزید ترقی کا موجب بنا دیتی ہے۔

اور تیسری اہم بات (یہ) ہے کہ ایمان کی زیادتی کے ساتھ مؤمن کا معیارِ توکّل بڑھتا ہے۔ اس کا یقین اللہ تعالیٰ کے سلوک کی وجہ سے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ایمان میں بڑھنے کے ساتھ اس کا توکّل بھی بڑھتا چلا جاتا ہے اس میں وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ دنیاوی چیزوں پر گرنے کی بجائے اور انہی پر مکمل انحصار کرنے کی بجائے اپنی کوشش کرنے کے بعد جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسباب کا استعمال بھی ہونا چاہئے اور محنت بھی ہونی چاہئے پھر بہتر نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑتا ہے۔ اونٹ کا گھٹنا باندھنے کے بعد اس رسّی پر توکّل نہیں کرتا جس سے گھٹنا باندھا گیا ہے بلکہ اس مالک پر توکّل کرتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے، جو نگران ہے، جو حفاظت کرنے والا ہے پس یہ توکّل ہے جو ایک مؤمن کا طرّہ امتیاز ہے اور ہونا چاہئے اور یہ اس کی خصوصیت ہے۔

سامعین! فرمایا۔ پھر ایک مؤمن کی نشانی یہ بتائی کہ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور:52) مؤمنوں کا قول جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے محض یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی ہیں جو مراد پانے والے ہیں۔ اللہ اور رسول کی کامل اطاعت تبھی ہوگی جب ان تمام احکامات کی پیروی ہوگی جو اللہ اور رسول نے دیئے ہیں۔ صرف منہ سے کہہ دینا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی کافی نہیں۔ مثلاً اہم معاملات میں جو مسائل اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اُن میں بھی اللہ اور رسول کا حکم ہے کہ میرے امیر کی اور نظام کی اطاعت کرو۔ اس کی پوری پابندی کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النّساء:66)۔ نہیں! تیرے ربّ کی قسم وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تجھے ان امور میں منصف نہ بنالیں جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے پھر تُو جو بھی فیصلہ کرے اس کے متعلق وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور کامل فرمانبرداری اختیار کریں۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہیں ہے گو پہلے مخاطب آپؐ ہی ہیں، اس کے بعد آپ کا نظام ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے امیر کی اطاعت اور نظام کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ خلفاء اور نظام جماعت کی اطاعت بھی ہر ایک مؤمن پر جو بیعت میں شامل ہے، ماننے والا ہے، حقیقی مؤمن ہے، اس کی پابندی کرنا ضروری ہے اور اطاعت اور فیصلوں کی پابندی صرف نہیں کرنی بلکہ خوشی سے ان کو ماننا ہے۔ سزا کے ڈر سے نہیں ماننا بلکہ اطاعت کے جذبے سے اور یہی چیز ہے جو مسلمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والی ہوگی ...مؤمنین کی شان یہ ہے کہ فتنے سے بچیں۔ نظام کے خلاف باتیں کر کے، بول کر اپنے حق سے محروم کئے جانے والا شخص اگر اپنے زُعم میں، اپنے خیال میں اپنے آپ کو صحیح بھی سمجھ رہا ہے تو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی ایمان سے محروم کر رہا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے۔ پس مؤمن کی ایک بہت بڑی خصوصیت اطاعت ہے۔ امن قائم کرنے کے لئے تھوڑا سا نقصان بھی برداشت کرنا ہو تو کر لینا چاہئے اور اطاعت کو ہر چیز پر حاوی کرنا چاہئے اور اس کو ہر چیز پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ اللہ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنا اور اس پر توکّل کرنا ایسی چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازتا ہے اور پھر ایسے ذرائع سے مدد فرماتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک جگہ مؤمنین کی یہ خصوصیت بیان فرماتا ہے کہ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (السجدۃ: 16) یقیناً ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن آیات کے ذریعہ سے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبّر نہیں کرتے۔

پس جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی آیات ایک مؤمن کو خوف میں بڑھاتی ہیں اور اس کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ پس خوف اور ایمان میں بڑھتے ہوئے اور اس دلی خواہش کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے قرب پانے والے بنیں، مومنین تسبیح کرتے ہیں، حمد کرتے ہیں، عبادتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حوالے سے جو بات کی جائے تو پھر اطاعت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ایمان میں بڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان خصوصیات کا حامل بنائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”مؤمن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھہرایا ہے بجالاوے اور ہر ایک کارِ خیر کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنّع و نمائش و ریاء کو اس میں داخل نہ ہو۔ یہ حالت مؤمن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے۔ الغرض ہر ایک فعل اس کا اور ہر حرکت اور سکون اس کا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اس وقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ مَیں کسی بات میں اس قدر تردّد نہیں کرتا جس قدر کہ اس کی موت میں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مؤمن اور غیر مؤمن میں ہمیشہ فرق رکھ دیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہئے کہ ہر وقت رضائے الٰہی کو ماننے اور ہر ایک رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں دریغ نہ کرے۔ کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے“ (ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ 344-343۔ جدید ایڈیشن)۔“

(خطبہ جمعہ 13؍ جولائی 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

✿✿✿✿